جاسوسی ادب کا درخشاں ستارہ ابن صفی

معروف شاعر اور ناول نگار ابن صفی کو اردو میں جاسوسی ادب کاخالق کہا جا تا ھے۔ انھوں نے ایک ایسے عھد میں جاسوسی ادب کی تخلیق کی جب کہ ادیبوں اور ناول نگاروں کے پاس جنسیات کے علاوہ لکھنے کے لئے کچھ بھی نھیں ھوتا تھا۔ ملاحظہ فرمائیں اس عظیم ادیب کے عظیم کارناموں پر **آصف اقبال خان** کی تحریر ...

تقسیم ہند کے فسادات کا سلسلہ انسانی زندگی میں شکست و ریخت، درد وغم اور رنج والم کی روایت کا انتہائی دردناک باب تھا۔ اس سانحہ نے برصغیر کے باشعور طبقے کو سسکتی انسانیت کے زخم مندمل کرنے کا بیڑا اٹھانے پر مجبور کر دیا۔ اردو ناول نگاروں نے یہ فرض ادا کرتے ہوئے 'پندرہ اگست'، 'رقص ابلیس'، 'خاک اور خون'، 'اور انسان مر گیا'، 'ایسی بلندی ایسی پستی'، 'میرے بھی صنم خانے'، 'اداس نسلیں' وغیرہ جیسی قابل قدر مثالیں پیش کیں جن کی فنی حیثیت تو یکساں نہیں مگر موضوعاتی مماثلت ثابت شدہ امر ہے۔ کرب و بلا کے یہی احساسات و جذبات جب الٰہ آباد کے ایک باکمال رومانی شاعر اور طنز و مزاح نگار اسرار احمد ناروی کے یہاں پہنچے تو انہیں ہر دلعزیز جاسوسی ناول نگار 'ابن صفی' بنا ڈالا۔ آج جب دنیا ہر اعتبار سے بحرانی کیفیت سے گزر رہی ہے اور اس کے مسائل کا سرا کہیں نظر نہیں آتا، ایسی صورت میں ابن صفی کی تفہیم بھی نسبتاً آسان ہوگئی ہے اور ان کے ناولوں کی اہمیت بھی کئی گنا بڑھ گئی۔

ابن صفی الٰہ آباد کے قصبہ نارہ میں اپریل 1928ء میں پیدا ہوئے (ویسے تو ابن صفی کی پیدائش 26 جولائی مشہور ہے لیکن ایک مضمون 'بقلم خود' میں انہوں نے اپریل ہی لکھا ہے)۔ ان کے والد کا نام صفی اللہ اور والدہ کا نذیرن بی بی تھا۔ معروف شاعر حضرت نوح ناروی رشتے میں ان کے ماموں لگتے تھے۔ ابتدائی و ثانوی تعلیم قصبے ہی کے ایک اسکول میں ہوئی۔ نصابی کتب کے علاوہ ہاتھ لگنے والی پہلی کتاب 'طلسم ہوشربا' تھی۔ ساتویں جماعت میں تھے کہ ایک کہانی 'ناکام آرزو' کے نام سے لکھ کر ممبئی بھیجی جسے عادل رشید صاحب نے اپنے رسالے میں نہ صرف

شائع کیا بلکہ معمر آدمی ہونے کا دھوکہ کھا کر اس میں ان کا نام اس طرح لکھا— ''نتیجۂ فکر مصور جذبات حضرت اسرار ناروی''۔ یوں گھر میں ابن صفی کی یہ شامت آئی کہ انہیں اس طرح مخاطب کیا جاتا— ''ارے او مصور جذبات! ذرا ایک گلاس پانی لانا!''۔

شاعری تو اسکول کے زمانے میں ہی شروع کر دی تھی لیکن جب کالج کے سالانہ مشاعرے میں 'بنسری کی آواز' نظم پڑھی تھی تو اسے بے حد پسند کیا گیا۔ مسٹر بلکنس کے علاوہ دوسرے مشفق استاد مولانا انوارالحق صاحب نے بھی پیشین گوئی کر دی کہ ایک دن ان کا شمار صف اول کے شعراء میں ہوگا۔ ابن صفی کی شاعری کو بہترین رومانی شاعری کا درجہ دیا جاسکتا ہے۔ مثال کے طور پر ان کی ایک نظم کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں—

یہ جانتا ہوں کہ دھوکہ ہے پر نہ جانے کیوں
ہر اک صدا تری آہٹ ہی بن کے آتی ہے
کبھی فضا میں لرزتی ہے چوڑیوں کی کھنک
کبھی ہواؤں میں پازیب گنگناتی ہے
کبھی جھنجھوڑتی ہے بوئے پیراہن کی لپٹ
تری صدا کبھی کانوں میں کپکپاتی ہے
کبھی وہ نغموں سے بھرپور تیری سرشاری
مرے خیال کے تاروں کو چھیڑ جاتی ہے

ابن صفی مرحوم نے اپنا شعری مجموعہ 'متاع قلب ونظر' ترتیب دیا تھا جو اب تک شائع نہیں ہو سکا ہے۔ لیکن امید ہے کہ جلد ہی ان کے فرزند احمد صفی صاحب کے زیر اہتمام شائع ہوکر منظر عام پر آئے۔ زمانۂ طالب علمی میں ہی مرحوم عباس حسینی کے رسالہ 'نکہت' میں انہیں حصۂ نظم کی ادارت سونپی گئی تھی۔ اسی میں شعری تخلیقات کے علاوہ طنزیہ و مزاحیہ مضامین لکھا کرتے تھے۔ شعری تخلیق 'اسرار ناروی' اور مضامین 'طغرل فرقان' 'سنکی سولجر' وغیرہ دلچسپ قلمی ناموں سے لکھتے تھے۔ انہوں نے تقریباً 150 مضامین لکھے جو بھی پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اگر ان کے مضامین کو یکجا کر کے شائع کر دیا جاتا تو طلبۂ زبان وادب پر یہ ایک احسان عظیم ہوتا۔

> ''میں جانتا ہوں کہ حکومتوں سے سرزد ہونے والے جرائم، جرائم نہیں حکمت عملی کہلاتے ہیں۔ جرم تو صرف وہ ہے جو انفرادی حیثیت سے کیا جائے''

1952ء میں 'نکہت' میں ہی ان کے مشورے سے 'جاسوسی دنیا' کے نام سے ایک سلسلہ شروع کیا گیا جس کے تحت انہوں نے ناول لکھنا شروع کیا۔ پہلا ناول 'دلیر مجرم' شائع ہوا تو پورے اردو داں حلقے میں حقیقی تہلکہ مچ گیا۔ 1952 میں وہ ہجرت کر کے پاکستان چلے گئے اور فریدی، حمید سیریز کے 45 ناول لکھنے کے بعد 1955 میں انہوں نے عمران کی تخلیق کی اور اسرار پبلکیشنز کی بنیاد ڈالی، پھر وہ دھوم مچائی کہ دنیا آج بھی عمران سیریز کے ناولوں کی دیوانی ہے۔

1961 میں شیزوفرینیا نامی بیماری کا شکار ہو جانے کی وجہ سے ابن صفی مسلسل تین سال صاحب فراش رہے اور ایک لفظ بھی نہ لکھ سکے۔ اس دوران ان کے ہم قافیہ فرضی ناموں سے پائریٹیڈ ناول لکھنے کا سلسلہ چل پڑا۔ اس مدت میں نجمہ صفی، این صفی، ابن صفی، ایس قریشی، ابن صقی وغیرہ ناموں سے فرضی ناول لکھے گئے۔ صحت یابی کے بعد جب 'اوریجنل ابن صفی' کا ناول 'ڈیڑھ متوالے' شائع ہوا تو صرف 15 دن بعد اس کا دوسرا ایڈیشن شائع کرنا پڑا۔ اس ناول کے پیش رس (پیش لفظ) میں فرضی صفیوں کی خبر انہوں نے یوں لی ہے—

''رہی مختلف قسم کے ابنوں اور صفیوں کی بات تو بے چارے سارے قافیے استعمال کر چکے ہیں لہٰذا اب مجھے کسی 'ابن خصی' کا انتظار ہے۔ میری دانست میں تو اب یہی قافیہ بچا ہے''۔ (پیش رس، 'ڈیڑھ متوالے')

ابن صفی کے شاہکار ناولوں میں 'جنگل کی شہریت'، 'ایڈلاوا'، 'شاہی نقارہ'، 'پاگلوں کی انجمن'، 'شوگر بینک'، 'مسٹر کیو'، 'ٹھنڈا سورج' وغیرہ لازوال حیثیت رکھتے ہیں۔ ابن صفی کے ناولوں کا ہر گوشہ فنی خوبیوں سے آراستہ ہے۔ الفاظ اور اسلوب کی جدت و رعنائی و دیگر خصوصیات ان کے ناولوں کا مقام متعین کرنے کے لئے کافی ہیں لیکن دیگر سبھی فنی گوشے بھی الگ الگ موضوعات پر ہیں۔ دلچسپ و موزوں پلاٹ، کرداروں کی ہمہ گیریت، مکالموں کی معنویت، دلکش منظر کشی، مشرقی عناصر کی کارفرمائی، موضوعاتی تنوع، فکری پختگی، دانشورانہ شان اور ثقافتی و تہذیبی عناصر کی خوبصورت پیشکش ان کے ناولوں کی امتیازی خصوصیات ہیں۔

ابن صفی کے ناولوں میں پیش کردہ ایک ایک کردار موضوع تحقیق ہے۔ عمران اور فریدی دونوں کے کردار میں ہمہ گیریت اور مشرقیت کے اوصاف مشترک ہیں، اس کے باوجود دونوں میں بُعد المشرقین ہے۔ کچھ کردار، مثلاً نیلم یا مسٹر کیو خطرناک مجرم ہونے کے باوجود قاری کی ہمدردی بٹورتے نظر آتے ہیں۔ ساری دنیا سے خفصہ رہنے والا اصحانی اشرف ایک نفسیاتی معمہ ہے۔ جرائم کے سرغنوں میں سنگ ہی، مادام تھریسیا اور بوغا وغیرہ بھی انتہائی دلچسپ کردار ہیں جن سے کئی سماجی و نفسیاتی مسائل پر روشنی پڑتی ہے۔

ابن صفی کے یہاں مکالموں کی ایسی دنیا آباد ہے جو انتہائی مایوس انسان کو بھی قہقہہ لگانے پر مجبور کر دینے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ ان مکالموں میں انہوں نے اپنے نقطۂ نظر کی بہترین ترجمانی کی ہے۔ اس کے علاوہ فلسفیانہ جملے ناولوں کے حسن میں چار چاند لگاتے ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں—

- صرف عمل اور ردعمل کا نام زندگی ہے۔ منطقی جواز تو بعد

Illustration: Suresh Pandurang

دائیں جانب ابن صفی کے تین مقبول ناولوں کے صفحہ اوّل کا عکس ہے جب کہ آخری عکس (لیڈر آف ڈیتھ) کسی ایسے ناول کا ہے جس میں ابن صفی کی نقالی کی کوشش کی گئی ہے

میں تلاش کیا جاتا ہے۔ (ایڈلاوا)

● میں عموماً بنجر زمینوں پر کاشت کرتا ہوں اور کچھ نہیں تو کانٹے دار پودے ہی اُگا لیتا ہوں اور وہ کانٹے میرے لئے خون کی بوندیں فراہم کر دیتے ہیں۔

(مہکتے محافظ)

● میں جانتا ہوں کہ حکومتوں سے سرزد ہونے والے جرائم، جرائم نہیں حکمت عملی کہلاتے ہیں۔ جرم تو صرف وہ ہے جو انفرادی حیثیت سے کیا جائے۔

(جونک کی واپسی)

● اپنے وجود ہی کی مستی کیا کم ہے کہ کسی نشہ کا سہارا لیا جائے۔ (صحرائی دیوانہ حصہ دوم)

ابن صفی اپنے پیغام کو عوامی سطح پر لانا چاہتے تھے۔ اس کے لئے انہوں نے ساری تدابیر اختیار کیں۔ وہ اپنے نقطۂ نظر کا برملا اظہار کرتے تھے۔ انہوں نے حیات و کائنات کے ہر مسئلہ کو موضوع بحث بنایا لیکن اپنے مخصوص انداز اور انفرادی روش پر ان کا کہنا تھا کہ ''میں بہت زیادہ اونچی باتوں اور ایک ہزار کے ایڈیشن تک محدود رہ جانے کا قائل نہیں ہوں''۔ وہ ادب عالیہ کے قبرستان میں مجاور بن کر بھی رہنا نہیں چاہتے تھے اس لئے وہ ہر قسم کی ادبی گروہ بندی سے دور رہے۔ اس کے باوجود ان کے فن کی خوشبو ملک و بیرون ملک محسوس کی گئی۔ ابن صفی کا دعویٰ بالکل سچا تھا کہ ''میرے ناول کتابوں کی الماری میں نہیں ہلکہ تکیوں کے نیچے ملتے ہیں''۔

انگریزی ادب میں 1920 سے 1930 کے عہد کو اگاتھا کرسٹی (انتہائی مقبول جاسوسی ناول نگار) کی وجہ سے 'جاسوسی ناولوں کا زرّیں دور' تصور کیا جاتا ہے۔ اس نے ایک تقریر میں یہ کہہ کر اپنے شائقین کو حیران کر دیا تھا کہ ''ایشیا کا ایک مصنف مجھ سے بھی زیادہ پڑھا جاتا ہے اور اس کا نام ابن صفی ہے''۔

جرمنی کی ہائیڈل برگ یونیورسٹی میں شعبۂ اردو کی سربراہ ڈاکٹر کرسٹینا اویسٹر ہیلڈ گزشتہ دنوں ممبئی سفر کے دوران ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کی دعوت پر دہلی آئی تھیں اور ساہتیہ اکیڈمی میں انہوں نے "Ibne Safi : A Neglected Best Selling Author" کے موضوع پر لیکچر دیا تھا۔ جاسوسی ادب کو ادب کے طور پر تسلیم کرنے کی ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کی بات پر انہوں نے اتفاق ظاہر کرتے ہوئے بتایا کہ جرمن زبان میں بھی یہی مسئلہ ہے اور جاسوسی ادب کو ادب نہیں بلکہ تفریحی ادب کہا جاتا ہے۔ ڈاکٹر کرسٹینا نے سینئر صحافی اور قاناواچ ڈاٹ کام کے ایڈیٹر اے یو آصف کو دیئے گئے انٹرویو میں ابن صفی کے ناولوں کی اس بات سے اپنی پسندیدگی ظاہر کی کہ ان کے کردار 'فریدی' اور 'عمران' کبھی کسی عورت کی جانب نگاہِ بد پھیرتے دکھائی نہیں دیتے۔

ابن صفی کے چاہنے والوں کے لئے ایک خوشخبری یہ ہے کہ حال ہی میں 'جاسوسی دنیا' کے چار ناولوں (ڈاکٹر ڈریڈ سیریز) کا انگریزی ترجمہ پروفیسر شمس الرحمٰن فاروقی کے قلم سے ہو چکا ہے اور اسے ادارہ 'ویسٹ لینڈ' اور 'بلافٹ' کے اشتراک سے شائع کیا گیا ہے۔ ان ناولوں کی رسم رونمائی میں ابن صفی کے فرزند احمد صفی کراچی سے تشریف لائے تھے۔ امید ہے کہ یہاں سے ابن صفی کے ناولوں کا ایک نیا دور شروع ہوگا۔

ابن صفی کے حوالے سے انٹرنیٹ پر بھرپور مواد دستیاب ہے۔ 2005 میں محترم محمد حنیف صاحب کے زیر نگرانی لانچ ویب سائٹ ibnesafi.info نے ابن صفی کو متعارف کرانے میں قابل قدر کارنامہ انجام دیا ہے۔ وہیں محترم راشد اشرف نے wadi-e-urdu.com کو اپنی کدوکاوش سے بالکل دستاویزی حیثیت کا حامل بنا دیا ہے۔ 'یوٹیوب' پر ابن صفی کے حوالے سے درجنوں ویڈیو بھی دستیاب ہیں۔ اس کے علاوہ 'فیس بک' پر ان کے نام سے ہوم پیج ان کے فرزند احمد صفی نے جاری کیا تھا جسے ان کے شائقین بے حد پسند کرتے ہیں۔

ابن صفی پر تحقیقی کاموں کا سلسلہ بھی چل پڑا ہے۔ پاکستان میں خرم علی شفیق صاحب کی کتاب 'سائیکو مینشن' منظر عام پر آ چکی ہے اور اس سلسلے کی دوسری جلد 'رانا پیلس' پر کام چل رہا ہے وہیں ہندوستان میں بھی اس سلسلے میں پیش رفت ہو چکی ہے۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی میں ابن صفی پر ایم فل اور پی ایچ ڈی کے دو مقالے پروفیسر خالد جاوید کی نگرانی میں لکھے جا رہے ہیں۔ کل ملا کر زمانہ کروٹ بدل رہا ہے اور نئی نسل اپنے بزرگوں کی غلطی پر انہیں متنبہ کر رہی ہے۔

ابن صفی مرحوم کے آخری ایام بڑے دردناک اور غم اندوہ تھے۔ بیماری سے موت تک کا پورا قصہ راشد اشرف نے 'نئے افق' (اگست 2010) میں شائع اپنے مضمون بعنوان 'بیاد ابن صفی' میں بیان کیا ہے جو جگر تھام کے پڑھنے کی چیز ہے۔ ان کی یادیں ان کے چاہنے والوں کے ذہن میں سوالوں کی طرح آج بھی گونج رہی ہیں۔ یوں تو ان کی وفات کا سانحہ 26 جولائی 1980 کو پیش آیا تھا جب وہ داستاں کہتے کہتے اچانک خاموش ہو گئے تھے لیکن 'مصور جذبات' کی کمی آج بھی ان کے شیدائیوں کو خون کے آنسو رلاتی ہے——

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے